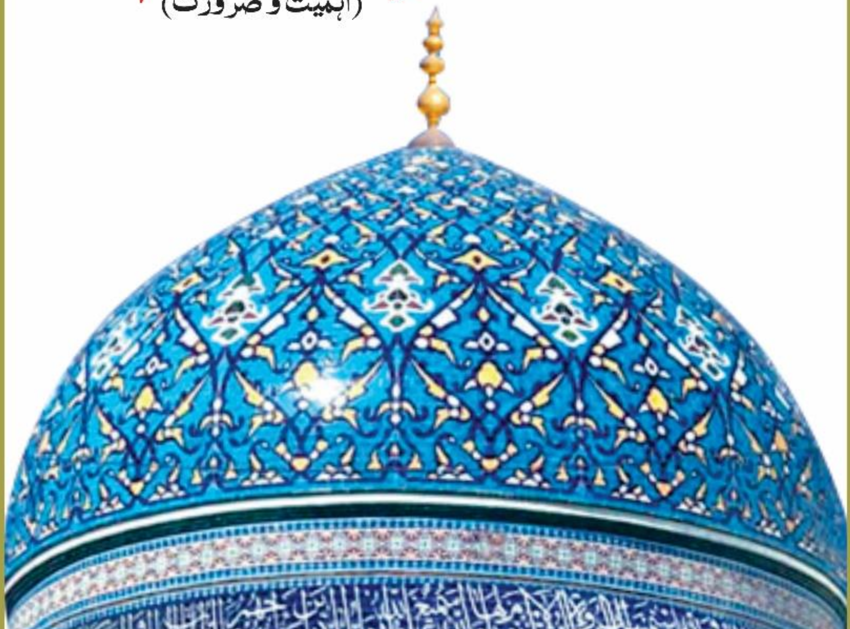
خطبہ جمعۃ المبارک

تعلیماتِ غوثِ اعظم

(اہمیت و ضرورت)



بفیضانِ نظر

عالمی مبلغ اسلام

ترجمانِ حقیقت

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

امیر اعلیٰ ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ!

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''۔(سورہ توبہ:آیت119)

عصرِ حاضر کے انسان نے سائنسی، صنعتی اور اقتصادی ترقی کی جن منزلوں کو چھو لیا ہے، آج سے فقط سو سال پہلے کے انسان کو اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ جدید ترین ذرائع ابلاغ نے دُنیا بھر کو ایک گاؤں کی صورت دے دی ہے۔ دُنیا بھر میں کہیں کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا ہے تو یہ خبر دنیا بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے لیکن آج کا انسانی معاشرہ تمام تر ترقی کے باوجود کھوکھلے پن کا شکار ہے۔ تیز ترین ذرائع آمد و رفت اور جدید ترین ذرائع ابلاغ کے باوجود معاشرہ انسانیت، ہمدردی، اخلاقی اقدار اور قربتوں سے محروم ہو کر بے انصافی، عدم مساوات اور بے اطمینانی کی گہری کھائی میں گرا ہوا ہے۔ آخر اس مرض کی دوا کیا ہے؟

خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ نبوت و رسالت کا سلسلہ اپنے کمال اور اختتام کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کے دِین کو سربلند رکھنے اور اپنے حبیب ﷺ کی اُمت کو نئے ولولوں اور حوصلوں سے آشنا کرنے کے لئے اُمتِ مسلمہ کو عظیم شخصیات سے نوازا۔

جب بھی اُمتِ مسلمہ علمی، عملی، روحانی اور سیاسی زوال کا شکار ہوئی، اللہ تعالیٰ نے مسلم اُمہ کو کسی ایسے فرد سے نوازا جس کے وجود نے صحراؤں کو گلشن بنا دیا اور مسلمانوں کو سر اٹھا کر جینے کا ڈھنگ سکھا دیا۔ اس بات کی نشاندہی سرورِ دو عالم ﷺ یوں فرما گئے ہیں: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا. ''اللہ تعالیٰ اس اُمت کی (سربلندی کے لئے) ہر صدی کے آغاز میں ایسی شخصیت کو پیدا فرماتا ہے جس کے ذریعے تجدید و احیائے دین کا فریضہ سرانجام پاتا ہے''۔

(سنن ابی داؤد:رقم الحدیث 4291)

قطبِ ربانی سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی ایسی ہی حیات آفرین شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ جن کی کتابِ زیست کا ایک ایک ورق خزاں رسیدہ چمن کے لئے بادِ بہاری کا ایک خوشگوار جھونکا ہے۔ آپ کی تعلیمات نے عالمِ اسلام کے مرکز بغداد میں ٹوٹ پھوٹ کے شکار معاشرے کو حیات نو کا مژدہ سنا کر مسلم اُمہ کے نحیف و ناتواں بدن میں نئی روح پھونک دی۔ تب سے اب تک آپ کی تعلیمات اُمتِ مسلمہ کو روح کی غذا فراہم کر رہی ہیں۔ عصر حاضر میں آپ کی نورانی تعلیمات ماضی کی نسبت زیادہ اہم ہو گئی

ہیں کیونکہ مادیت بھی ماضی کی نسبت کہیں زیادہ قوت کے ساتھ انسانیت اور اخلاقی اقدار کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ایسے حالات میں سکون ناآشنا دلوں سے خود غرضی،لالچ اور مال کی محبت کو نکال کر محبت،ایثار اور سکون سے ہمکنار وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل و دماغ قرآن و حدیث کی روح سے آشنا ہوں۔آج بھی اگر مسلم اُمہ حضرت غوث الاعظم کی ان حیات آفرین تعلیمات کو اپنا لے جو قرآن وحدیث کے صحیح فہم پر مبنی ہیں تو آج بھی عالم اسلام اپنی تمام محرومیوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

سوانح حیات

حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اسم مبارک **"عبدالقادر"** آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت **"ابو محمد"** اور القابات **"محی الدین، محبوب سبحانی، غوث الثقلین، غوث الاعظم"** وغیرہ ہیں،آپ رحمۃ اللہ علیہ 470ھ میں بغداد شریف کے قریب قصبہ جیلان میں پیدا ہوئے اور 561ھ میں بغداد شریف ہی میں وصال فرمایا،آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُرانوار عراق کے مشہور شہر بغداد میں ہے۔

آباءواجداد:

آپ رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد کی نسبت سے حسنی ہیں اور اپنی والدہ ماجدہ کی نسبت سے حسینی سیّد ہیں۔

(بہجۃ الاسرار،معدن الانوار،ذکر نسبہ،ص171)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان صالحین کا گھرانا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نانا جان، دادا جان، والد ماجد، والدہ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی اور صاحبزادگان سب متقی وپرہیزگار تھے،اسی وجہ سے لوگ آپ کے خاندان کو اشراف کا خاندان کہتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ تھے،آپ رحمۃ اللہ علیہ جیلان کے اکابر مشائخ کرام میں سے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اَیُّ شئیٍ خیر للمرأۃ؟ "عورت کے لئے بہترین چیز کیا ہے؟" تو آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اَنْ لَّاتَرَی رَجُلاً. "(عورت کے لئے سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ) وہ کسی نامحرم مرد کو نہ دیکھے"۔یہ جواب سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا پیار آیا کہ آپ نے بیٹی کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا: ذریة بعضها من بعض. "یہ ایک نسل ہے جو ایک دوسرے سے ہے"۔(عیدین میں گلے ملنا کیسا؟،ص19،18،بریلوی بُکز،ویب سائٹ)

اس حدیث شریف میں عورت کے لئے بہترین چیز یہ بتائی گئی ہے کہ وہ نامحرم کو نہ دیکھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حقیقت

کے پیش نظر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ سوال کیا کہ: "عورت کس وقت اپنے خدا سے سب سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے؟" اصحاب میں سے کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور آپ کو ساری داستان سنادی توآپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اِرْجِعْ علیہ فَاعْلِمْہ ان ادنیٰ مَا تَکُوْنُ مِنْ رَبِّہَا اَنْ تلزَمَ قَعْرِ بَیْتِہا. "علی جایئے اور بابا سے عرض کریں کہ جب عورت اپنے گھر کے گوشے میں ہوتی ہے تو اس وقت خدا سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے"۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی یہ آپ کا جواب نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: **"فاطمہ نے مجھے یہ جواب بتایا ہے"**۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: صَدَقَتْ اَنَّ فاطمۃَ بُضْعَۃُ منّی .

حقیقی عورت کا جو وصف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا وہ وصف بدرجہ اتم حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ میں پایا جاتا ہے وہ کیسے؟ اس درج ذیل واقعہ سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

غوثِ اعظم کے والدین کا تقویٰ:

حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوست دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ ایک سیب بہتا ہوا آیا، آپ نے اسے کھالیا۔ سیب کھانے کے بعد آپ پر خوفِ خدا کا غلبہ ہوا اور آپ فکر کرنے لگے کہ نہ جانے یہ سیب کس کا تھا؟ اور کیا اس طرح نامعلوم سیب کھانا میرے لئے حلال ہو سکتا ہے؟ یہ خیال پیدا ہوتے ہی آپ اپنا قصور مُعاف کروانے کیلئے سیب کے مالک کی تلاش میں دریا کے کنارے چل دیئے۔ ایک لمبا سفر کرنے کے بعد آپ کو دریا کے قریب ایک نہایت عظیمُ الشّان عمارت نظر آئی، جس میں سیب کا ایک بہت بڑا درخت لگا ہوا تھا، جس کی شاخوں پر پکے ہوئے سیب لگے ہوئے تھے اور سیبوں سے بھری یہ شاخیں پانی پر پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ جو سیب میں نے کھایا تھا، وہ اسی درخت کا ہے، آپ نے لوگوں سے اس درخت کے مالک کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ اس باغ کے مالک تو اپنے زمانے کے مشہور عابد وزاہد **"حضرت عبداللہ صَومعی"** ہیں۔

جب حضرت ابو صالح سیّد موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کو باغ کے مالک حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق علم ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی تاخیر کے ان کی خِدمت میں حاضر ہو گئے اور سارا ماجرا عرَض کرنے کے بعد ان سے مُعافی چاہی۔ حضرت عبدُاللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ولایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ بھانپ گئے کہ یہ شخص اللہ کریم کے مقبول بندوں میں سے ایک بندہ ہے، جبھی تو اپنا قصور معاف کروانے کی خاطر اتنا لمبا سفر کرکے یہاں تک آیا ہے۔

حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات سُن کر فرمایا: "**بارہ برس ہماری خدمت میں رہو گے تب ہی معافی ملے گی**"، بارہ سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر آپ کی خدمت کرتے رہے۔ جب بارہ سال پورے ہو گئے تو اگلا امتحان آپ کا استقبال کرنے کے لئے تیار تھا اور اس دفعہ کا امتحان شاید پچھلے امتحان سے عجیب اور سخت تھا، وہ یہ کہ حضرت سیدنا عبداللہ صُومعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا: "ایک

خدمت اور بھی ہے اور وہ یہ کہ میری ایک بیٹی ہے، جس میں چار عیب ہیں:

- آنکھوں سے اندھی ہے
- کانوں سے بہری ہے
- ہاتھوں سے معذور ہے اور
- پاؤں سے اپاہج ہے

تمہیں اس سے نکاح بھی کرنا ہوگا اور دو سال تک مزید میری خدمت بھی کرنی ہو گی، اس کے بعد جہاں تمہارا جی چاہے چلے جانا۔ حضرت سیدنا ابُو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خوفِ خدا کے پیکر تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرط کو بھی قبول فرمالیا۔ اب آپ کا دوسرا امتحان بھی شروع ہو گیا، حضرت سیدنا عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہزادی کا نکاح آپ سے کر دیا، نکاح کے بعد جیسے ہی اپنی زوجہ سے آپ کا آمنا سامنا ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا ہو گئے کیونکہ نگاہوں کے سامنے جو منظر دکھائی دے رہا تھا وہ بتائی گئی صورت حال کے بالکل ہی اُلٹ تھا، کیا دیکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کے تو تمام ہی اَعضا صحیح و سالم ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی زوجہ کے قریب تک نہ گئے بلکہ وہیں سے واپس پلٹ آئے اور حضرت سیدنا عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ سے ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں! تمہاری زوجہ وہی ہے جسے تم ابھی ابھی دیکھ کر آرہے ہو، بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اپنی لڑکی کی جو جو باتیں تم سے بیان کی تھیں وہ سب کی سب اس میں موجود ہیں:

- ”وہ آنکھوں سے اندھی ہے“ اس سے میری مراد یہ تھی کہ: ”نامَحرم کیلئے اس کی آنکھیں اندھی ہیں“۔
- ”کانوں سے بہری ہے“ اس سے میری مراد یہ تھی کہ ”ناحق بات سُننے کیلئے اس کے کان بہرے ہیں“۔
- ”ہاتھوں سے معذور ہے“ اس سے میری مراد یہ تھی کہ ”غیر مردوں کو چھونے کیلئے اس کے ہاتھ معذور ہیں“۔
- اور ”پاؤں سے معذور ہے“ اس سے میری مراد یہ تھی کہ ”اپنے شوہر کے حکم کے خلاف قدم اُٹھانے کیلئے اس کے پاؤں لنگڑے ہیں“۔

جب آپ نے حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کی زُبانی اپنی زوجہ کے متعلق وضاحتیں سنیں تو آپ کے دل کو قرار آگیا، **اسی پاکیزہ عورت کے بطن سے جس بچے نے جنم لیا دنیا آج اس کو غوثِ اعظم کے نام سے جانتی ہے۔** (سیرتِ غوثِ اعظم، ص26 ملخصاً)

تعلیماتِ غوثِ اعظم

جُملہ اولیاء کرام بشمول حضور غوثُ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے عموماً ہمارے زیرِ نظر اُن کی کرامات ہوتی ہیں اور ہم اُن کرامات سے ہی کسی ولی کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ضمن میں صحیح اور دُرست اُسلوب یہ ہے کہ ہم صرف اولیاءِ کاملین کی کرامات تک ہی اپنی نظر کو محدود نہ رکھیں بلکہ اُن کی حیات کے دیگر پہلوؤں کا بھی مطالعہ کریں کہ اُن کا علمی،

فکری، معاشرتی، سیاسی اور عوامُ الناس کی خیر و بھلائی کے ضمن میں کیا کردار ہے؟ان لوگوں کی تعلیمات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ. ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔(سورہ توبہ:آیت119)

اس آیتِ کریمہ میں صادقین کی معیت(ان کے ساتھ) سے فقط جسمانی معیت مراد نہیں، کیونکہ مکمل طور پر جسمانی معیت ان صادقین کے ساتھ بھی ممکن نہیں جو انسان کی زندگی میں موجود ہیں... کام کاج، گھر بار اور دیگر تقاضے مکمل معیت سے رکاوٹ ہیں، اور فوت شدگان کی جسمانی معیت تو ناممکن ہے۔ آیتِ کریمہ میں حسبِ قدرت جسمانی معیت کے ساتھ ساتھ عقائد و افکار اور اچھے اعمال و کردار میں صادقین کا اتباع اور موافقت مراد ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أَيْ كُونُوا عَلَى مَذْهَبِ الصّادِقِينَ وَ سَبِيلِهِمْ.

یعنی ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم ہے: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے مذہب اور اُن کے طریقہ پر قائم رہو''۔

(تفسیر القرطبی، ج8ص288، شاملہ)

اس تشریح کے مطابق اگر کوئی شخص مغرب میں ہے مگر اس کا نظریہ اور کردار مشرق میں رہنے والے اللہ کے پیارے بندے جیسا ہے اور اُس سے محبت و پیار ہے تو یہ اس کے ساتھ ہے۔ بلاشبہ غوث الثقلین محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ان جلیل القدر شخصیات میں سے ہیں جن کی معیت اور پیروی کا اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا۔ آپ کی تعلیمات اس دور کے فتنوں میں بھی اُمت کی بہترین راہ نمائی کرتی ہیں۔

ولایت، کرامت نہیں بلکہ استقامت کا نام ہے

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ہمارے اکثر لوگ جُملہ اولیاء کرام بشمول حضور غوث ُالاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے عموماً ہمارے زیرِ نظر اُن کی کرامات ہوتی ہیں اور ہم اُن کرامات سے ہی کسی ولی کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ صرف کرامت کا نام ولایت نہیں کرامت اولیاء اللہ کی زندگی میں ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ جب گاڑی تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو تو اس کے دائیں بائیں یقینا گرد، کنکریاں، گھاس، پھوس بھی اڑے گی، بس اسی طرح اولیاء کی تیز رفتار روحانی طاقت کے دوران دائیں بائیں جو کچھ اڑتا ہے وہ ان کی کرامتیں ہوتی ہیں۔ یہ کرامات ہمارے لئے تو بڑا معنی رکھتی ہیں مگر ان کے ہاں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ ولی اللہ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔

حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا اور جمیع اولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء و صوفیاء کو فرماتا ہے کہ مجھے

کرامتوں کی ضرورت نہیں بلکہ کرامت تو تمہارے نفس کی طلب ہے۔ کرامتوں میں نفس مشغول ہوتا ہے، مزہ لیتا ہے، واہ واہ کرتا ہے۔ اللہ کی طلب تو استقامت ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ نے فرمایا: الإستقامة فوق الكرامة. ”اِستقامت کا درجہ کرامت سے اُونچا ہے“۔[1] اس معقولہ کا معنی صحیح اور قرآن و حدیث اور قولِ صحابہ سے مؤید بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. ”بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا“۔

(سورۃ حم سجدہ:آیت30)

اور حدیث مبارکہ میں ہے حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی پکی بات بتائیے کہ آپ کے بعد کسی سے اس کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ، فَاسْتَقِمْ. ”کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر پکے ہو جاؤ ڈٹ جاؤ“۔

(صحيح مسلم:رقم الحديث38)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِستقامت یہ ہے کہ ”بندہ اَمر و نہی (یعنی احکامات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے) پر قائم رہے اور لومڑی کی طرح حیلہ سازیاں کر کے راہِ فرار اختیار نہ کرے“۔ (تفسیرِ خازن، فصلت، تحت الآية:30، 85/4)

استقامت کرامت سے بڑھ کر اس لیے ہے کہ کرامت نہ بزرگی کی دلیل و معیار ہے اور نہ ہر بزرگ سے اس کا صادر ہونا ضروری ہے، جب کہ استقامت ولایت و بزرگی کی دلیل و معیار بھی ہے اور ہر بزرگ کے اندر اس کا پایا جانا ضروری بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پوری زندگی احکامِ شرعیہ (اوامر و نواہی) کی پابندی کرنا اور احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے میں ہر طرح کے افراط و تفریط سے دور رہنا، نیز اعمال پر مداومت کے ساتھ اخلاقِ ظاہرہ و باطنہ کی درستگی اور فکر و عقائد کی پختگی بھی ضروری ہے۔

دینی علوم کی اہمیت اور اس سے غفلت پر تنبیہ

علم اللہ تعالیٰ کے بڑے انعامات میں سے ایک ہے۔ قرآن و سنت میں جابجا علم کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ علم کے حوالے سے یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ ہم عصری علوم کے لیے بہت محنت کرتے ہیں، اپنی اولاد کو بھی اُس سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر دینی علوم سے اکثر لاپرواہی کرتے ہیں، نہ خود اس طرف توجہ کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی اولاد کو اس عظیم

۱: صاحب الاستقامة التي هي فوق الكرامة. (اللمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح:ج1ص86،شاملہ)

دولت سے بہرہ مند کرتے ہیں، حالانکہ علمِ دین وہ دولت ہے کہ حدیث پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ جس کو نوازنا چاہے اسے دِین کا فہم عطا کرتا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت سے ان لوگوں کا راہِ ہدایت لینی چاہیے جنہوں نے آپ کی گیارویں کو صرف لنگر کھانے کا ذریعہ بنالیا اور علم دین سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔

تیرہ علوم میں تقریر فرماتے:

امام ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی، شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ محمد بن یحیی حلبی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ: "حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تیرہ علوم میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک جگہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: **"حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور علم الکلام پڑھتے تھے، دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت لوگوں کو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو پڑھاتے تھے اور ظہر کے بعد قرأتوں کے ساتھ قرآن مجید پڑھاتے تھے"۔**

(بہجۃ الاسرار، ذکر علمہ وتسمیۃ بعض شیوخہ، ص225)

ایک آیت کی چالیس تفاسیر بیان فرمادیں:

ایک مرتبہ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کسی آیت کی تفسیر بیان فرمارہے تھے، امام ابوالفرج عبدالرحمن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ بھی اِس درس میں شریک تھے۔ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس تفاسیر بیان فرمائیں جس میں سے گیارہ تفاسیر امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں تھیں جب کہ 29 تفاسیر پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب اور لاعلمی کا اظہار کیا پھر جب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: **"اب ہم قال سے حال کی طرف چلتے ہیں، تو لوگ بہت زیادہ مضطرب ہوگئے"۔** (قلائد الجواہر، ص38)

مشکل مسئلے کا آسان جواب:

بلادِ عجم سے ایک سوال آیا کہ: "ایک شخص نے تین طلاقوں کی قسم اس طریقہ سے کھائی ہے کہ وہ اللہ کی ایسی عبادت کرے گا کہ جس وقت وہ عبادت میں مشغول ہو تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی وہ عبادت نہ کررہا ہو، اگر وہ ایسا نہ کرسکا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی، تو اس صورت میں کون سی عبادت کرنی چاہیے؟"۔ اس سوال سے علماءِ عراق حیران اور ششدر رہ گئے۔ اور اس مسئلہ کو انہوں نے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ: **"وہ شخص مکہ مکرمہ چلا جائے اور طواف کی جگہ صرف اپنے لئے خالی کرائے اور تنہا سات مرتبہ طواف کرکے اپنی قسم کو پورا کرے"۔** اس شافی جواب سے علماءِ عراق کو نہایت ہی تعجب ہوا کیوں کہ وہ اس سوال کے جواب سے عاجز ہوگئے تھے"۔ (اخبار الاخیار)

غوث پاک کی تنبیہ:

ایک معروف نحوی ابو محمد بن خشاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں جوانی میں علم نحو (عربی گرائمر) پڑھتا تھا۔ لوگ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی

حسین گفتگو کی تعریفیں کرتے، مجھے بھی آپ کی تقریر سننے کا شوق تھا، مگر وقت میں گنجائش نہیں نکلتی تھی۔ایک دن اتفاقاً میں آپ کی محفل میں حاضر ہوا،آپ نے تقریر فرمائی تو(میرے پسندیدہ علم ''نحو'' کے نکات نہ ہونے کی وجہ سے) مجھے کوئی دل چسپی نہ ہوئی اور میں نے دل میں کہا:ضَاعَ الیَوْمَ مِنِّي . ''آج وقت ضائع ہو گیا''۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فوری طور پر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: وَيْلَكَ ! تُفَضِّلُ النَّحْوَ عَلَى مَجَالِسِ الذِّكْرِ، وَتَخْتَارُ ذَلِكَ؟ ! اصحَبْنَا نُصَيِّرْكَ سِيبَوَيْه . ''تجھ پر افسوس ہے تو نحو کو محافل ذکر سے برتر سمجھتا ہے اور نحو کے پیچھے پڑا ہوا ہے ؟ ہماری صحبت میں رہ، ہم تجھے نحو کے مشہور امام سیبویہ کی طرح بنادیں گے''۔(سير أعلام النبلاء تحت ذكر الشيخ عبد القادر الجيلي ج:20،ص:449،شاملہ)

ابو محمد بن خشاب رحمۃ اللہ علیہ غوث صمدانی کی بارگاہ میں رہے اور مختلف علوم نقلیہ وعقلیہ پر مہارت حاصل کی۔(قلائد الجواهر ، ص:32)

علم کلام کے بجائے علم لدنی حاصل کرو:

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے علمِ کلام کا بہت شوق تھا، میں نے اُس کی کتابیں حفظ کر لی تھیں اور اُس میں خوب ماہر ہو گیا تھا۔میرے چچا سیدی نجیب الدین عبدالقاہر سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ مجھے منع فرماتے تھے مگر میں باز نہ آتا تھا۔ ایک روز وہ مجھے ساتھ لے کر بارگاہ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے۔راستے میں مجھے فرمایا: عمر! ہم اس ہستی کے پاس حاضر ہونے والے ہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے،اُن کے سامنے احتیاط سے حاضر ہونا تاکہ اُن کے دیدار کی برکات حاصل ہو سکیں۔

جب ہم حاضر بارگاہ ہوئے تو انھوں نے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: یہ میرا بھتیجا علم کلام کا شوقین ہے، میں منع کرتا ہوں لیکن باز نہیں آتا۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''عمر! تم نے علم کلام میں کون سی کتاب حفظ کی ہے ؟ میں نے عرض کی: فلاں فلاں کتابیں ہیں۔کہتے ہیں:فَأَمَرَّيَدَهُ عَلَى صَدْرِي فَوَ اللهِ مَانَزَعَهَا وَأَنَا أَحْفَظُ مِن تِلْكَ الْكُتُبِ لَفْظَةً وَأَنْسَانِي اللهُ جَمِيعَ مَسَائِلِهَا . وَلَكِن وَقَّرَ اللهُ فِي صَدْرِي الْعِلْمَ اللَّدُنِيَّ فِي الْوَقْتِ الْعَاجِلِ فَقُمْتُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَأَنَا أَنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ . ''غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا،اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی آپ نے ہاتھ ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا،اور اللہ تعالیٰ نے تمام کتابوں کے مسائل مجھے بھلا دیے۔ہاں اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ فوراً علم لدنی سے بھر دیا۔میں آپ کے پاس سے اُٹھا اور حالت یہ تھی کہ میری زبان پر حکمت کی باتیں جاری ہو چکی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: عراق میں سب سے آخری نامور تم ہو گے (تمہارے بعد عراق بھر میں کوئی اتنا مشہور نہیں ہو گا)۔ شیخ الشیوخ سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ طریق ہیں اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے ہیں۔

(فتاوی رضویہ،ج21،ص:390)

لمحہ فکریہ: علمِ نحو اور علم کلام دونوں ہی بنیادی طور پر دینی علوم ہیں، مگر قرآن و سنت کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑے رہنا دانش مندی نہیں۔ توجہ طلب بات ہے کہ اگر غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے مطابق قرآن و سنت سے غافل ہو کر دین سے متعلقہ علوم میں انہماک بھی ناپسندیدہ ہے تو قرآن و سنت سے غافل ہو کر خالص دنیوی علوم کے پیچھے پڑے رہنا کتنا معیوب ہوگا۔

ہمارے مروجہ نظامِ تعلیم کے بارے میں سابقہ وزیراعظم پاکستان نے برملا کہا: **"انگلش میڈیم سسٹم، ذہنی غلامی لایا، ہماری تنزلی کی بڑی وجہ انگریز کا تعلیمی نظام ہے جس نے ہمیں اسلام اور اپنے کلچر سے دور کیا"**۔ بہت عرصہ پہلے اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

- خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر

  لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

- ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم

  کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ایک مقام پہ علامہ اقبال کہتے ہیں:

- لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی

  ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

- روش مغربی ہے مد نظر

  وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ

- یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین

  پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ[2]

اپنی اولاد کو عصری تعلیم لازمی سکھائیں لیکن عصری تعلیم کے حصول کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے دین کو بھی بھول جائیں ہمارے اس معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہم عصری علوم کے لیے بہت محنت کرتے ہیں، اپنی اولاد کو بھی اُس سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر دینی علوم سے اکثر لاپرواہی برتتے ہیں، نہ خود اس طرف توجہ کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی اولاد کو اس عظیم دولت

۲: یہاں پر انگریزی سے مراد یہ نہیں ہے کہ انگریزی زبان میں کوئی خرابی ہے بلکہ اقبال اس تہذیب و ثقافت کے خلاف ہے، جو اس انگریزی زبان سے وابستہ ہے۔ بلکہ اقبال کا تو یہ ماننا ہے کہ اگر کوئی اَن پڑھ، غیر مہذب، مگر دین دار عورت بچے کی پرورش کرتی ہے اور ایک غیرت مند مسلم وجود میں آجائے تو وہ اس موڈرن، تہذیب یافتہ اور بے دین عورت سے قدرے جہاں بہتر ہے۔

سے بہرہ مند کرتے ہیں۔

اگر غوثُ الاعظم کے علمی مقام کے پیشِ نظر آپ کو لقب دینا چاہیں تو آپ امامِ اکبر تھے۔آپ جلیل القدر مفسر اور امامِ فقہ بھی تھے۔اپنے دور کے جلیل القدر آئمہ آپ کے تلامذہ تھے جنہوں نے آپ سے علم الحدیث، علم التفسیر، علم العقیدہ، علم الفقہ، تصوف، معرفت، فنی علوم، فتویٰ اور دیگر علوم پڑھے۔حضور غوث الاعظم ہر روز اپنے درس میں تیرہ علوم کا درس دیتے تھے اور 90 سال کی عمر تک یعنی زندگی کے آخری لمحہ تک طلبہ کو پڑھاتے رہے۔

آپ کے علم و تدریس کے نتائج واثرات:

آپ کی مجلس کی یہ خاصیت تھی کہ آپ کے وعظ و نصیحت میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ، اور دیگر بد مذہب بھی شریک ہو کر اپنے سابقہ عقائد و مذہب سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتے تھے۔حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"میرے ہاتھ پر پانچ سو سے زائد یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکو، چور، فساق و فجار، فسادی اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی"**۔(بہجۃ الاسرار،ذکر و عظہ،ص184)

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے: سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے تلمیذِ غوثِ اعظم حضرت حامد بن محمود حرانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرّان میں قضا(Justice) اور تدریس کا منصب سونپا۔ تلمیذِ غوثِ اعظم حضرت زینُ الدّین علی بن ابراہیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سلطان صلاح الدّین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے مشیر رہے۔(الشیخ عبدالقادر الجیلانی،ص198)

سلطان صلاح الدین ایوبی کی فتوحات کا راز:

بہت عجیب تر بات جس کا نہایت قلیل لوگوں کو علم ہوگا اور کثیر لوگوں کے علم میں شاید پہلی بار آئے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب القدس فتح کیا تو جس لشکر (فوج) کے ذریعے بیتُ المقدس فتح کیا، اس آرمی میں شامل لوگوں کی بھاری اکثریت حضور غوثُ الاعظم کے تلامذہ کی تھی۔گویا آپ کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ صرف مجتہد ہی نہیں تھے بلکہ عظیم مجاہد بھی تھے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی آدھی سے زائد فوج حضور غوثُ الاعظم کے عظیم مدرسہ کے طلبہ اور کچھ فیصد لوگ فوج میں وہ تھے جو امام غزالی کے مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ تھے۔سلطان صلاح الدین ایوبی کے چیف ایڈوائزر **"امام ابن قدامہ المقدسی الحنبلی"** حضور سیدنا غوثُ الاعظم کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔آپ براہِ راست حضور غوثِ پاک کے شاگرد، آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔گویا تاریخ کا یہ سنہرا باب جو سلطان صلاح الدین ایوبی نے رقم کیا وہ سیدنا غوث الاعظم کا فیض تھا۔

علم دین کے بغیر خلوت نشینی

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ پیری فقیری کو بطورِ دھندہ اپنانے والے نااہل لوگوں کی تعداد، روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے، جسے کوئی کام دھندہ نہیں ملتا وہ عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھ کر اور گلے میں تسبیح ڈال کر، ایک دو ۲ چلے کاٹتے ہیں، اور پھر جعلی پیر بن کر عوام کو بے وقوف بناتے رہتے ہیں، یہ انتہائی مذموم امر ہے، لہذا برائے مہربانی صرف اہل علم اور باعمل لوگوں کا دامن تھامیں، اور فساق وفجار سے بچ کر رہیں!۔

یادرکھیے! جو شخص اعلانیہ گناہ کرتا ہو، یا علم دین سے نابلد ہو، وہ پیر بننے کا ہر گز اہل نہیں، لہذا جو شخص راہِ تصوف کا مسافر بننا چاہتا ہے، اور اس کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ سب سے پہلے علمِ دین حاصل کرے، احکام شریعت کو اپنی ذات پر نافذ کرے، پھر اس کے بعد اس پُر خار راہ پر اپنے سفر کا آغاز کرے!۔

عصر حاضر میں حصولِ علم دین کے بغیر شارٹ کٹ(short cut)طریقے سے پیر نے، اور ایک دو ۲ چلے کاٹ کر ولایت کا دعوی کرنے والوں کے لیے شیخ عبدالقادر جیلانی نے صدیوں پہلے ارشاد فرمایا کہ: (پہلے) فقہ سیکھو، اس کے بعد خلوت نشین ہو، جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا، لہذا اپنے ساتھ شریعت کی شمع لے لو!۔

(بہجة الأسرار " ذكر فصول من كلامه مرضعاً بشيء ...إلخ، ص106)

غوث اعظم کا یہ فرمان عصری جہت اور افادیت کے اعتبار سے، آج بھی اسی طرح اہمیت کا حامل ہے جیسے صدیوں پہلے تھا۔

خوفِ خدا

ایمان کے کچھ اوصاف ہیں جنھیں اختیار کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ یعنی ایمان قبول کرنے کے بعد اس کی تکمیل کے لیے اپنے اندر کچھ خوبیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان اوصاف میں سے بعض اس قدر اہم ہیں کہ اگر وہ نصیب ہو جائیں تو بقیہ اوصاف بآسانی حاصل ہو جاتے ہیں۔ انہی بنیادی اور اہم ایمانی اوصاف میں سے **"خوف"** اور **"رجاء"** بھی ہیں۔

قرآن وسنت میں سکھایا گیا ہے کہ مسلمان اپنے دل میں خوف بھی رکھے اور امید بھی۔ وہ اللہ تعالی کی عظمت وجلالت، اس کی شان بے نیازی وعدم مسئولیت اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا تصور کر کے اپنے گناہوں کے انجام سے ڈرتا رہے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کے فضل و کرم، اس کی شانِ رحیمی کا تصور کر کے اس کی رحمت وبخشش سے قوی امید بھی وابستہ رکھے۔

غوثِ اعظم اور خوفِ خدا:

مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی لکھتے ہیں: ایک موقع پر لوگوں نے غوثِ صمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرمِ کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر اپنا

چہرۂ اقدس رکھ کر نہایت عاجزی سے عرض کررہے ہیں: اے خداوند! بخشائی ، و اگر مستو جب عقوبتم مرابه روز قیامت نابینابز آنگیز، تادر ژوئے نیکاں شرمسار نباشم. ”اے اللہ! مجھے بخش دینا، اور اگر میں سزا کا ہی مستحق ہوں تو مجھے روزِ قیامت نابینا اٹھانا، تاکہ میں نیکوں کے سامنے شرمسار نہ ہوں“۔

(گلستان سعدی،باب دوم در اخلاق درویشاں،حکایت:3)

بزرگوں نے سچ فرمایا: جس قدر اللہ تعالی کی معرفت بڑھتی ہے اس کے سامنے عاجزی وانکساری میں بھی اتنا ہی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ جب علماء دین پر عمل کا پیغام دیں اور بداعمالی پر وعید سنائیں تو کہتے ہیں: مولوی ہر وقت ڈراتے ہی رہتے ہیں۔ کاش! ہم غوث اعظم کی گیارہویں کھانے والوں کو آپ کے لنگر سے خوفِ خدا کی خیرات بھی عطا ہو جائے۔

فرائض کی اہمیت

عصرِ حاضر میں جہاں دیگر بہت سی معاشی و معاشرتی خرابیاں پائی جاتیں ہیں وہیں ایک بڑی بے توجہی یہ بھی ہے کہ بہت سے حضرات فرائض میں غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب کہ مستحبات اور نوافل کے پابند نظر آتے ہیں، مثلاً محافل میں بھرپور شرکت کرتے ہیں لیکن نماز سے لاپرواہی برتتے ہیں، دنیوی علوم میں کوشش کرتے ہیں مگر فرض علوم سے ناآشنا رہتے ہیں، صدقہ و خیرات کرتے ہیں مگر حج کا فریضہ ادا نہیں کرتے، لوگوں کی پریشانیاں حل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں مگر والدین کے حقوق سے غافل رہتے ہیں۔ ایسے حضرات کو حضرت غوث صمدانی کے درج ذیل ارشاد پر توجہ کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا: يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَشْتَغِلَ أَوَّلًا بِالْفَرَائِضِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ، ثُمَّ يَسْتَغِلُ بِالنَّوَافِلِ وَالْفَضَائِلِ. ”یعنی مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض کا اہتمام کرے، پھر سنتوں کو پورا کرنے میں مصروف ہو، اس کے بعد نوافل اور مستحبات میں مشغول ہو“۔

پھر فرائض وواجبات سے لاپرواہی برتنے والے کے بارے میں فرمایا: فَمَا لم يَفْرُغْ مِنَ الْفَرَائِضِ فَالْإِشْتِغَالُ بِالسُّنَنِ حُمْقٌ وَرَعُوْنَةٌ فَإِنِ اشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ يُقْبَلُ مِنْهُ وَأُهِينَ فَمثله مَثَلُ رَجُلٍ يَدْعُوْهُ الْمَلِكُ إِلَى خِدْمَتِهِ فَلَا يَأْتِي إِلَيْهِ وَيَقِفُ فِي خِدْمَةِ الْأَمِيرِ الَّذِي هُوَ غُلَامُ الْمَلِكِ وَخَادِمُهُ وَتَحْتَ يَدِهِ وَوَلَايَتِهِ. ”فرائض ادا کیے بغیر سنن و نوافل میں مشغول ہونا حماقت اور بے احتیاطی ہے۔ اگر فرائض سے پہلے سنن و نوافل میں مصروف ہو تو قبولیت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ اسے ذلیل کیا جائے گا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ بادشاہ کسی شخص کو اپنی خدمت کے لیے بلائے تو وہ بجائے بادشاہ کی خدمت کے، اُس کے وزیر کی خدمت کرنے لگے جو خود بادشاہ کا غلام، خادم اور ماتحت

ہے“۔(فتوح الغیب،مقالہ :48)

حضور غوث اعظم کا یہ فرمان حضور ﷺ کے اس ارشاد کی عکاسی کرتا ہے کہ حضرت علی روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:مَثَلُ المُصَلِّی کَمَثَلِ التّاجِرِ، لا یَخلُصُ له رِبحُه حَتَّی یَخلُصَ له رأسُ مالِه، کَذَلِكَ المُصَلِّی لا تُقبَلُ نافِلَتُه حَتَّی یُؤَدِّیَ الفَریضَةَ . ”یعنی: نمازی کی مثال تاجر کی طرح ہے کہ اس کا نفع کھرا(خالص) نہیں ہوتا،جب تک وہ اپنا راس المال کھرا(خالص)نہ کرلے۔یونہی نمازی کے نفل قبول نہیں ہوتے،جب تک وہ اپنے فرائض نہ ادا کرلے“۔

(السنن الکبری للبیہقی،جلد2،صفحہ541،دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یونہی رمضان شریف کے فرض روزوں کے بارے میں بھی حضور ﷺ کے فرامین مروی ہیں کہ جس کے ذمے فرض روزے ہیں،وہ اگر نفلی روزے رکھے،تو وہ نفلی روزے قبول نہ ہوں گے،جب تک وہ اپنے فرض روزے پورے نہ کرلے۔چنانچہ مسند احمد و طبرانی اوسط و جامع الصغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:وَمَنْ صَامَ تَطَوُّعًا وَعَلَيْهِ مِنْ رَمَضَانَ شَيْءٌ لَمْ يَقْضِهِ، فَإِنَّهُ لَا يُتَقَبَّلُ مِنْهُ حَتّٰى يَصُومَهُ . ”یعنی جو نفلی روزہ رکھے اور اس پر رمضان کا کوئی روزہ باقی ہو،جس کی اس نے قضا نہیں کی،تو اس کا یہ نفلی روزہ قبول نہیں ہوگا،جب تک وہ فرض روزہ نہ رکھ لے“۔

(مسند احمد،جلد14،صفحہ269،مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

جب رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی نزع کا وقت ہوا،امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:اِتَّقِ اللّٰهَ يَا عُمَرُ ، وَاعْلَمْ أَنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَمَلًا بِالنَّهَارِ لَا يَقْبَلُهُ بِاللَّيْلِ،وَعَمَلًا بِاللَّيْلِ لَا يَقْبَلُهُ بِالنَّهَارِ ، وَأَنَّهُ لَا يَقْبَلُ نَافِلَةً حَتّٰى تُؤَدَّى الْفَرِيضَةُ . ”اے عمر! اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں رات میں کرو،تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انہیں دن میں کرو،تو مقبول نہ ہوں گے اور خبردار رہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا،جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے“۔(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء:ج1ص36شاملہ)

اہم فریضہ: موجودہ حالات میں اس بات کا ادراک بھی بہت ضروری ہے کہ علمِ دین کا حصول دین کے بنیادی فرائض میں سے ہے،اس لئے ہم علمِ دین کی اہمیت کو سمجھیں اور سیکھیں یہی غوثِ اعظم کی تعلیمات میں سے ہے۔

حلال کی اہمیت اور حرام سے اجتناب

عصر حاضر میں جہاں دیگر بہت سی معاشی و معاشرتی خرابیاں پائی جاتیں ہیں وہیں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ بہت سے حضرات حلال و حرام کی تمیز کو بُھلا کر صرف مال اکٹھا کرنے میں مشغول ہیں جبکہ ہمارے دین میں ارکانِ اسلام، نماز،روزہ،حج

اور زکوۃ یعنی فرائض کے بعد حلال مال کمانا فرض ہے۔

شریعتِ اسلام نے کسبِ حلال کو عبادات میں شمار فرمایا ہے اور اس کے بے شمار فضائل بتلائے ہیں، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(المعجم الاوسط للطبرانی:8610)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال مال کا طلب کرنا (اصل) فرائض کے بعد فرض ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: 9993)

اور حضور ﷺ نے رزقِ حلال کو دعا کی قبولیت کا ضامن قرار دیا اور حرام کمانے والے کے بارے فرمایا کہ اس کی دعائیں کبھی قبول نہیں ہو سکتیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے (کعبۃ اللہ آتا ہے اور) لمبے سفر کی وجہ سے اس کے بال پراگندہ اور غبار آلودہ ہوتے ہیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے یَا رَبِّ، یَا رَبِّ، ”اے میرے رب! اے میرے رب! (دعا قبول فرمالے)“ حضور ﷺ نے فرمایا: وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ (مفہوم) ”اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے جب کہ اس کا کھانا حرام کا، اس کا پینا حرام کا، جو اس نے پہنا حرام کا اور اس کی پرورش بھی حرام مال کے ذریعہ ہوئی ہے (ایسے شخص کی دعا کبھی قبول نہیں ہو سکتی)۔

(الترمذی:2989)

اس لئے جس شخص کے پیٹ میں حرام کا لقمہ چلا جائے اس کی دُعا کبھی قبول نہیں ہو سکتی۔ موٗرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں ”مستجاب الدعاء“ لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب کوئی حاکم اُن پر مسلط ہوتا، اُس کے لیے بد دعا کرتے، وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اُس نے ایک دعوت کی، جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اُس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بد دعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔ (فضائل رمضان:29)

خلیفہ کا مال ودولت خون میں بدل گیا:

حضور سیدنا غوثِ اعظم کی سیرت ان لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہے جو اپنے مریدوں سے نذرانے بٹورنے کے چکروں میں حلال وحرام کی تمیز بھول جاتے ہیں اور پیر صاحب کی ساری محبتیں اس مرید کے لئے ہیں جس کے پاس سرمایہ ہے تاکہ اس پیر کی روزی روٹی چلتی رہے لیکن اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں کہ غریبوں کا حق غصب کر کے اور حرام کما کر نذرانہ دینے آگیا ہے آج غوث اعظم کی کرامات تو سنائی جاتی ہیں کبھی یہ بھی ہم دیکھیں کہ:

شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں بادشاہ وقت المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف حاضر ہوا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کیا اور کسی نصیحت کی درخواست کی اور آپ کی خدمت میں دس تھیلیاں سونے کی اشرفیوں کی پیش کیں جو دس غلام اٹھائے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: "مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں"۔ اور قبول کرنے سے انکار فرمادیا اس نے بڑی عاجزی کی، تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی اور دوسری تھیلی بائیں ہاتھ میں پکڑی اور دونوں تھیلیوں کو ہاتھ سے دبا کر نچوڑا کہ وہ دونوں تھیلیاں خون ہو کر بہہ گئیں، آپ نے فرمایا: "اے ابو المظفر! کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں کہ لوگوں کا خون نچوڑ کر مجھے نذرانہ دینے آگئے ہو"۔ وہ آپ کی یہ بات سن کر حیرانی کے عالم میں بے ہوش ہو گیا۔

پھر حضرت سیدنا حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اللہ عزوجل کی قسم! اگر اس کے حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں خون کو اس طرح چھوڑتا کہ اس کے مکان تک پہنچتا"۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ، ص 129)

اس لئے ایک تو پیران عظام کو کسی سے نذرانہ لیتے وقت حلال و حرام کی تمیز کرنی ہوگی اور نذرانے کے اصل تصور کو سمجھنا ہوگا کہ نذرانے کا اصل تصور یہ تھا کہ دولت مند مریدوں سے مال لیکر غرباء کی مدد کی جائے لیکن آج یہ چیز بھی مفقود ہوتی جارہی ہے۔

پیر صاحب بدست قلندرِ لہوری:

کسی علاقے سے ایک پیر صاحب علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے، تھوڑی دیر بعد پسینے سے شرابور ایک شخص ہانپتا کانپتا آیا اور پیر صاحب کے پاؤں پڑ کے رونے لگا۔ استفسار پر اس نے بتایا کہ جب اسے پیر صاحب کی لاہور آمد کی اطلاع ملی تو وہ ملنا چاہتا تھا مگر ان کے ٹھکانے سے پتا چلا کہ وہ علامہ اقبال سے ملنے گئے ہیں تو گرمی کے باوجود وہ پوچھتا پچھاتا ٹھوکریں کھاتا وہاں سے پیدل چلا اور بلآخر ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے پیر صاحب کو دو روپے نذرانہ دیا اور مدعا بیان کیا کہ میرے پاس روزگار نہیں رہا، دو سو روپے کا مقروض ہوں، کام دھندہ ہے نہیں، میرے لئے دعا کریں۔

پیر صاحب نے دو روپے جیب میں ڈالے اور دعا کر دی، پیر کی دعا ختم ہوئی تو علامہ صاحب نے ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کر دی: **"اے اللہ کریم تو جانتا ہے یہ بندہ پہلے دو سو کا مقروض تھا، اب یہ دو سو دو روپے کا مقروض ہو گیا ہے، یا اللہ ان پیروں کو ہدایت دے جو ان غریبوں کی عقیدت مندی سے کھلواڑ کرتے ہیں"۔**

علامہ صاحب کی دُعا سن کے پیر صاحب کی جان پہ بن آئی اور مرید کا منہ کھلا رہ گیا، پیر صاحب منتیں کریں کہ بس کریں مگر علامہ صاحب نے دعا جاری رکھی، بلآخر علامہ صاحب نے اس شرط پر دعا ختم کی کہ غریب کے دو روپے واپس کرو اور اپنے کسی تعلق واسطے کو استعمال کر کے اس غریب کو روزگار پہ لگواؤ، پیر نے مرید کو اس کے دو روپے واپس کئے اور اسے روزگار دلوانے کا وعدہ کر کے چل دیا۔(بحوالہ علامہ صاحب کی سوانح حیات "ذکر اقبال" از عبدالمجید سالک)

اسی دکھ میں علامہ نے ایک نظم لکھی،" باغی مرید "

- ہم کو تو میسّر نہیں مٹّی کا دِیا بھی

گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

- شہری ہو، دہاتی ہو، مسلمان ہے سادہ

مانندِ بُتاں پُجتے ہیں کعبے کے برہمن

- نذرانہ نہیں، سُود ہے پیرانِ حرم کا

ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

- میراث میں آئی ہے انھیں مسندِ ارشاد

زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن!

اللہ تعالی کے پیاروں کے ساتھ نسبت یقیناً دُنیا و آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے،اس کے ساتھ ساتھ اگر ان کی تعلیمات پر عمل بھی نصیب ہو تو کرم خداوندی سے ان کی خاص توجہات نصیب ہوتی ہیں۔

غوثِ اعظم ان ہستیوں میں سے ہیں جن کی ایک نظر سے بیڑا پار ہو جاتا ہے، اگر ہم ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے دل میں خوفِ خدا کا جذبہ بیدار کریں، علمِ دین کے لیے کوشش کریں، رزقِ حلال کا اہتمام کریں اور دینی مقاصد کو پورا کریں تو اللہ تعالی کی رحمت سے ضرور ان کی نگاہِ کرم نصیب ہو گی۔ان شاءاللہ تعالی۔

اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہمیں غوثِ اعظم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے،اسلام اور مسلمانوں کو عروج نصیب فرمائے اور اسلام و پاکستان کے خیر خواہوں کی مدد فرمائے باالخصوص اللہ تعالیٰ اہلِ فلسطین کو صہونیوں کے قبضہ سے رہائی نصیب فرمائے۔اور شہداءِ فلسطین و غزہ و حماس کے درجات کو بلند فرمائے۔آمین